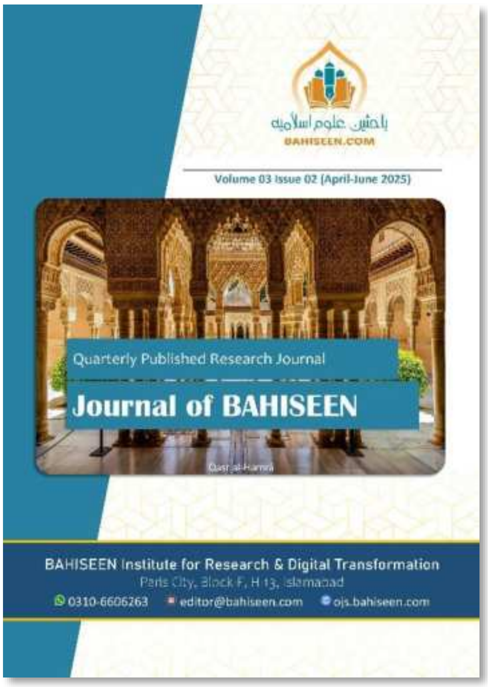

Title
Journal of BAHISEEN
Issue
Volume 03, Issue 02,
April -June 2025
ISSN
ISSN (Online): 2959-4758
ISSN (Print): 2959-474X
Frequency
Quarterly
Copyright ©
Year: 2025
Type: CC-BY-NC
Availability
Open Access
Website
ojs.bahiseen.com
Email
editor@bahiseen.com
Contact
+923106606263
Publisher
BAHISEEN Institute for
Research & Digital
Transformation, Islamabad

بیع قبل القبض نصوص وفقہی آراء کی روشنی میں جائزہ

Sale Before Possession in the Light of Textual Sources and Juristic Opinions، An Analytical Study

Muhammad Owais
PhD Research Scholar, Institute of Islamic Studies,
Bahauddin Zakriya University, Multan
Prof. Dr Altaf Hussain Langrial
Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakriya University, Multan

Abstract:
Economy is indispensable for human life; therefore, mankind has always strived for economic reform and development. Like other means of earning wealth, trade has consistently attracted human attention. However, in the pursuit of commercial advancement, a Muslim trader is not entirely free; rather, he is bound to conduct his transactions in accordance with the rules and regulations of Shariah. Implementing Shariah principles in trade sometimes encounters administrative challenges. This is because, in modern commerce, Muslims do not only trade with fellow Muslims but also with non-Muslims. Moreover, the scope of Muslim traders' business is no longer confined to a village, neighborhood, city, or country; it has now expanded across international borders. As a result, Muslim traders face numerous issues from a Shariah perspective.
One of the significant issues is the sale before possession (Bay' Qabl al-Qabd). In prevailing international and online trade, a merchant often finds it difficult to bear the additional costs and extended time required to bring a product into his possession. Consequently, selling a product to the customer without taking physical possession has become a practical necessity in competitive markets. The present study examines this issue in the light of textual sources and juristic traditions, with applications to certain contemporary scenarios.
Keywords: Sale before Possession, Economy, Textual Sources, Juristic Opinions, Traditions

موضوع کا تعارف

اقتصاد انسان کی زندگی کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے، اسی لیے انسان ہمیشہ اقتصادی اصلاح اور ترقی کی کوشش کرتا رہا ہے۔ دوسرے ذرائع معاش کے مقابلے میں تجارت کو خاص توجہ ملی ہے۔ تاہم، مسلمان تاجر اپنی تجارتی ترقی کی خواہش میں مکمل آزاد نہیں بلکہ اسے اپنی تمام کاروائیاں شریعت کی اصولوں کے مطابق کرنے کی پابندی ہے۔ اکثر اوقات شرعی احکام

کے نفاذ میں انتظامی مشکلات پیش آتی ہیں، کیونکہ آج کی تجارت صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ غیر مسلموں سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ نیز، مسلمان تاجروں کی تجارت کا دائرہ صرف گاؤں، محلہ، شہر یا ملک تک محدود نہیں رہا بلکہ دیگر ملکوں تک بھی پھیل چکا ہے، جس کی وجہ سے انہیں شرعی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ بیع قبل القبض کا ہے۔

مسئلہ تحقیق

موجودہ معاصر مشکلات کی وجہ سے یہ مسئلہ اہم ہے کہ موجودہ عالمی صورتِ حال میں بیع قبل القبض کے مطلقاً یا محدود جواز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

نیز یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ بیع قبل القبض سے ممانعت کی نصوص کی حیثیت کیا ہے؟ نیز یہ نصوص تعبدی ہیں یا کسی علت پر مبنی ہیں؟

اگر نصوص میں ممانعت حکم علت پر مبنی ہے تو کیا اِس علت کو کسی اور ذریعہ وشرط کے ذریعہ محفوظ کر کے قبضہ کی شرط کو موقوف کیا جاسکتا ہے؟

سابقہ کام کا جائزہ

مبیع کے قبضہ، بیع قبل القبض، قبضہ کی اقسام یا ان سے کسی حد تک مماثل موضوعات پر اِس سے قبل میری معلومات کی حد تک درج ذیل کام ہو چکا ہے۔

جدید تجارتی شکلیں؛ شرعی نقطۂ نظر؛ مذکورہ کتاب اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نویں فقہی سیمینار منعقدہ بتاریخ 11 تا 14 اکتوبر 1996 بمقام جے پور میں متعدد محقق علماء کی طرف سے "قبضہ کے بغیر خرید وفروخت" کے موضوع پر پیش کیے جانے والے علمی و تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے۔

القبض الحکمی فی الأموال؛

دراسۃ فقہیۃ تطبیقیۃ؛ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ ریاض کے عاصم بن منصور نے ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالواحد الخمیس کی زیرِ نگرانی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے عربی زبان میں یہ مقالہ لکھا۔

القبض واحکامہ فی الفقہ الاسلامی ؛

دکتور عبداللہ بن محمد الربعی کی یہ تصنیف فقہ اسلامی کے مختلف ابواب میں سے قبضہ کے متعلقہ مسائل کی تحقیق پر مشتمل ہے۔

التقابض فی الفقه الاسلامی واثره علی البیوع المعاصرة؛

علاء الدین الجنکو نے ام درمان یونیورسٹی میں ماسٹرز ڈگری کے حصول کے لیے یہ مقالہ لکھا۔

مخالقبض الحكمى للاموال و تطبيقاته فى المعاملات المصرفية المعاصرة؛

دکتور نزیہ حماد نے اموال کے قبضِ حکمی کے احکام ومسائل پر بحث کی۔

قاعدۃ التقابض فی العقود المالیۃ وتطبیقاتھا فی الفقہ الاسلامی؛ مراد بلعباس نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے یہ مقالہ دکتور نورالدین بوحمزہ کی زیرِ نگرانی لکھا۔

عصر حاضر کے تجارتی معاملات میں قبضہ کے شرعی احکام؛ یہ مقالہ محمد سلمان سکھروی نے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ علومِ اسلامی، کلیہ معارف اسلامیہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے ڈاکٹر ریحانہ فردوس کی زیرِ نگرانی لکھا

القبض کا لغوی و شرعی مفہوم

لفظ قبض کے لغویٰ معنیٰ "روکنا، ایک چیز کو ہاتھوں میں لینے" کے ہیں۔[1]

قبض کا اصطلاحی مفہوم کہ شے میں اپنا اختیار استعمال کرنے کی طاقت حاصل ہو جائے، چاہے حساً شے ہتھیلیوں میں موجود نہ ہو۔[2] لفظ قبض کے مترادفات میں نقد، حیازۃ، ید، ہاء وہاء، قضاء و اقتضاء شامل ہیں۔

قبض کی اقسام

اشیاء کے تنوع کے اعتبار سے قبض کی دو قسمیں ہیں:(۱):۔القبض الحقیقی۔(۲)القبض الحکمی

القبض الحقیقی کی تعریف

القبض الحقیقی سے مراد ایسا قبض ہے، جو دکھائی دے، محسوس ہو، جس پر مس ید ہو جائے۔[3]

قبض حقیقی کی شرعاًطے شدہ کیفیت نہیں، ہر چیز کا قبضہ اُس چیز کے مناسب احوال ہوتا ہے۔ مثلاً غیر منقولی جائیداد پر قبض کی تکمیل تعمیر، تسقیہ، تحمیہ، حرث، شجر کاری وغیرہ سے متحقق ہو جاتی ہے، اسی طرح لاک کرنا بھی قبض حقیقی ہے۔[4]

اشیاء کی بیع ہونے کے بعد مشتری اُس شے کو وزن کرلے، کیل کرلے تو یہ عمل بھی قبض حقیقی ہے۔ اس سے مشتری قابض شمار ہوتا ہے۔[5]

القبض الحکمی کی تعریف

کسی بھی شے میں تصرف کرنے کی مقبض کی طرف سے اجازت مل جائے، اور وہ قبضہ میں حائل رکاوٹیں ہٹادے تو یہ بھی قبض حکمی ہے۔ مثلاً کسی عمارت میں اپنا سامان رکھنے کا اِذن بھی قبض حکمی ہے۔[6]

تخلیہ کی حیثیت

القبض الحکمی کا ایک فرد تخلیہ ہے۔

لفظ تخلیہ باب تفعل کا مصدر ہے، لغت میں "خالی ہونا" کے معانی آتے ہیں۔ جبکہ اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ قبضہ دینے والا فرد قبضہ لینے والے شخص اور شے کے درمیان تمام موانع اس طرح ہٹادے کہ وہ شخص اُس میں جو ردوبدل کرنا چاہے، اسے اجازت ہو۔[7]

فقہاء کرام اِس امر پر متفق ہیں کہ تخلیہ سے غیر منقولی مال و جائیداد پر قبض حکمی متحقق ہو جائے گا، علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

لأن التخلية قبض[8] بے شک تخلیہ قبضہ ہے۔

تاہم فقہاء اس امر میں اختلاف کرتے ہیں کہ کیا ہر منقولی شے میں تخلیہ کو قبض قرار دیا جاسکتا ہے؟ تو اس بارے احناف یہ رائے رکھتے ہیں کہ ہر منقولی شے چاہے وہ کیل وزن، عدد کی شرط سے فروخت ہوئی ہو یا کسی اور طریقہ سے، بہر حال اُس کا تخلیہ قبض حکمی ہے۔ مجلۃ احکام العدلیہ میں ہے:"**تسليم العروض يكون بإعطائها ليد المشتري أو بوضعها عنده أو بإعطاء الإذن له بالقبض مع إراءتها له**".[9]

ترجمہ:۔ اشیاء کے قبضہ سے مراد یہ ہے کہ وہ مشتری کی ہتھیلیوں میں دیا جائے، یا اُس کے پاس رکھا جائے، یا اسے ان اشیاء کو قبضہ میں لینے کی اجازت دیدی جائے، جبکہ وہ اشیاء اسے دکھادی گئی ہوں۔ جمہور ائمہ یعنی مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ کے ہاں جو منتقل ہونے والی اشیاء ناپ تول یا عدد کی شرط سے بیچی گئی ہوں، ان کا تخلیہ قبضہ نہیں ہو گا، بلکہ اُن کا ناپ تول یا عدد کرنا ہو گا۔

ضمان کے انتقال کی حیثیت

عقد بیع کی تکمیل کے بعد جب تک بیچی گئی شے بیچنے والے کے قبضہ میں ہو، عموماً اُسی کے رسک میں رہتی ہے، اور اس دوران مبیعہ کا نقصان ہو جائے تو بائع برداشت کرتا ہے[10]

بیچنے والے کی ذمہ داری سے خریدار کی طرف اشیاء کا انتقال تب ہوتا ہے جب وہ ان پر قبضہ کر لے، امام شافعی فرماتے ہیں:

جس نے ایک شخص سے طعام خریدا، پھر اسے مشتری نے اسے لکھا کہ اس طعام پر آپ میری طرف سے قبضہ کرلیں، تو وہ قابض نہیں ہو گا، بلکہ وہ شے اسی بائع کی ضمان میں رہے گی، جب تک خریدار خود یا کسی ایسے وکیل کے ذریعہ قبضہ نہ کرلے جو اُس بائع کے علاوہ ہو۔[11]

قبضہ کے علاوہ انتقال ضمان کی کسی صورت کے بھی امام شافعی قائل نہیں ہیں، ابن رشد کہتے ہیں:

وهذا مبني على مذهبه من أن القبض شرط في دخول المبيع في ضمان المشتري .[12]

یہ امام شافعی کے اس موقف پر مبنی ہے کہ مبیع کے مشتری کی ضمان میں داخل ہونے کے لیے قبضہ شرط ہے۔

احناف میں سے فتاوی عالمگیریہ کے فقہاء بھی اسی موقف پر ہیں، ان کا کہنا ہے:

اشترى دابة مريضة في إصطبل البائع، فقال المشتري: تكون هنا الليلة، فإن ماتت ماتت لي فهلكت، هلكت من مال البائع لا من مال المشتري كذا في فتاوى قاضي خان

فروخت کنندہ کے اصطبل میں موجود ایک بیمار جانور خرید کر مشتری نے درخواست کی کہ یہ جانور رات کو یہیں کھڑا رہنے دیں، اگر مر گیا تو میرا ہو گا، چنانچہ وہ مر گیا۔ اس صورت میں یہ بائع کا نقصان ہو گا، نہ کہ مشتری کا۔

مالکیہ اور احمد بن حنبل یہ رائے رکھتے ہیں کہ کیل و وزن کی شرط کے ساتھ فروخت کی گئی اشیاء کا فروخت کنندہ سے خریدار کی طرف رسک کا انتقال حقیقی قبضہ، کیل و وزن ہے۔

ابن رشد کہتے ہیں:

وأما من اعتبر الكيل، والوزن، فلاتفاقهم أن المكيل والموزون لا يخرج من ضمان البائع إلى ضمان المشتري إلا بالكيل، أو الوزن، وقد نهي عن بيع ما لم يضمن.[13]

ترجمہ:۔ جو کیل وزن کی شرط لگاتے ہیں، ان کا اتفاق ہے کہ کیلی یا موزونی اشیاء بائع کی ضمان سے مشتری کی طرف محض کیل یا وزن سے ہی منتقل ہو سکتی ہیں۔

جبکہ کیل یا وزن یا عدد کی قید کے ساتھ عقد نہ ہونے کی صورت میں، بلکہ اشارہ کے ساتھ متعین ہونے یا مبیع کی حاضر ہونے کی صورت میں عقد ہوا تو محض عقد ہی بائع کی ضمان سے مشتری کی ضمان کی طرف منتقل ہونے کا سبب ہو گا۔ مالکی فقیہ دسوقی کہتے ہیں:

محل الدخول في ضمان المشتري بالعقد إذا كان ذلك المبيع حاضرا ولم يكن فيه حق توفية [14]

ترجمہ:۔ عقد کے ساتھ ہی مشتری کی ضمان میں مبیع تب داخل ہوتی ہے جب مبیع حاضر ہو، اور اس مبیع کا حق توفیہ بائع پر لازم نہ ہو،

مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی میں ہے:

مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مبیع صحیح ہے، تو محض عقد سے ہی ضمان مشتری کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، پس جب مبیع حاضر ہو، اس میں کیل یا وزن یا عدد کی قید کی صورت میں حق توفیہ نہ ہو، تو محض عقد سے ہی ضمان مشتری کی طرف ہو گی، البتہ اگر حق توفیہ ہو یا مبیع غائب ہو یا سامان محبوس ہو تو ان احوال میں ضمان قبضہ سے ہی منتقل ہو گی۔[15]

البتہ حنابلہ کے امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ بغیر قبضہ کے رسک کا عدم محض طعام کے ساتھ مخصوص ہے، کسی بھی دیگر شے کا رسک محض عقد سے منتقل ہو جاتا ہے۔ ابن قدامہ کہتے ہیں:

احمد سے مروی ہے: طعمی شے کی بیع قبل القبض جائز نہیں، چاہے وہ کیلی، وزنی ہو یا نہ ہو۔ اس کا تقاضہ ہے کہ محض طعام کی یہ خاصیت ہے کہ وہ مشتری کی ضمان میں قبضہ کے بغیر داخل نہیں ہوتا۔[16]

تجزیہ

اس بابت معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ انتقال رسک کی تعیین منصوص نہیں ہے، بلکہ عرف پر مبنی ہے۔ اس لیے اگر موجودہ عرف اس بات کا قائل ہو جائے کہ کسی خاص مرحلہ پر رسک مشتری کے ذمہ ہو گا، تو شرعاً اس عرف کا اعتبار ہونا چاہیے، تاہم اس کے لیے یہ لازم ہو گا کہ بائع اُس شے کا حقیقی قبضہ چھوڑ دے، پھر چاہے مشتری کے قبض میں نہ بھی ہو، مگر عرف و قانون یہ ہو کہ بائع کا قبضہ ترک کرنا مشتری کے رسک میں داخل ہونا شمار ہوتا ہے، تو یہ معتبر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کی ضمان سے دوسرے شخص کی ضمان میں اشیاء کا انتقال کا طریقہ محض قبض نہیں، بلکہ عرف جسے انتقال رسک قرار دے، وہ معتبر ہے۔ نیز ایک رسک دوسرے رسک کی طرف انتقال قبض حکمی کے قائم مقام ہے۔[17]

تجار اشیاء خریدنے کے بعد بعض اوقات اُن پر کسی طرح کا قبض حقیقی یا قبض حکمی کیے بغیر آگے فروخت کر دیتے ہیں، ذیل میں اس طرزِ عمل کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں بیع قبل القبض سے ممانعت کی گئی ہے، البتہ اس بارے میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے ممانعت کا عموم معلوم ہوتا ہے، جبکہ بعض روایات میں مخصوص اشیاء کی بیع قبل القبض کی ممانعت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ صحیح البخاری کی روایت ہے:

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «من ابتاع طعاما، فلا يبعه حتى يستوفيه»[18]

ترجمہ:۔ جس شخص نے طعام خریدا، وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے آگے نہ بیچے۔

مذکورہ بالا حدیث سے بادی النظر میں محسوس ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق محض طعام سے ہے۔ چنانچہ مالکیہ نے اسی حدیث کو متدل بناتے ہوئے اس ممانعت کو محض طعام کے ساتھ مخصوص قرار دیا، ان کے ہاں کسی بھی دیگر منقولی یا غیر منقولی کی بیع قبل القبض کرنے میں حرج نہیں ہے۔[19]

مگر ابن عباس حدیث کی اس صراحت کو قید احترازی قرار نہیں دیتے، بلکہ وہ اس قید کو اتفاقی قرار دیتے ہوئے ہر شے کو اس حکم میں طعام کی مثل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ صحیح البخاری میں ان کا فرمان ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ سے پہلے جس شے کو منع کیا وہ طعام ہے، اور میں (اس حکم میں) ہر شے کو طعام کی مثل سمجھتا ہوں[20]

اسی طرح حکیم بن حزام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بھتیجے! اگر تم کوئی شے خریدو، تو پھر اسے فروخت نہ کرو، یہاں تک کہ اُس مبیع پر قبضہ کر لو۔[21]

اس میں کسی خاص شے کا ذکر نہیں، بلکہ مطلقاً ممانعت ہے۔

شوافع، اور امام محمد اسی رائے پر ہیں۔ وہ بھی ہر غیر منقولی و منقولی شے، چاہے اس کا تعلق طعام سے ہو یا کسی اور جنس سے، بہر حال مشتری کے لیے اُس کی بیع قبل القبض ناجائز قرار دیتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم یہی رائے رکھتے ہیں کہ کسی نے کوئی چیز خریدی، چاہے وہ کچھ بھی ہو، اُس کے لیے وہ مبیع آگے کسی اور کو قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔[22]

بعض احادیث مبارکہ میں اُس طعام کی بیع قبل القبض کو ممنوع فرمایا گیا جسے کیل یاوزن کی شرط پر فروخت کیا گیا ہو، چنانچہ ابن ماجہ میں ہے:

عن جابر، قال: «نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الطعام حتى يجري فيه الصاعان، صاع البائع، وصاع المشتري[23]

ترجمہ:۔ آپ ﷺ نے طعام کی بیع سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اُس میں دو صاع جاری ہو جائیں، بائع کا صاع اور مشتری کا صاع۔

امام احمد بن حنبل اسی حدیث کے مطابق قائل ہوئے، ان کا موقف ہے کہ ممانعت اگرچہ طعام کے ساتھ مخصوص ہے، مگر وہی طعام مراد ہے جسے بیع کرتے ہوئے کیل یاوزن کا ذکر عقد میں کیا گیا ہو، لہذا جس طعام کی بیع اشارہ کے ساتھ ہوئی ہو، اُس کی قبضہ سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔[24]

حنفیہ کے دو جلیل القدر بانیان امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف بھی بیع قبل القبض کی ممانعت کو عام سمجھتے ہیں، مگر وہ اس حکم کو معلل بالعلۃ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ممانعت غرر انفساخ عقد کی وجہ سے ہے، لہذا جن اشیاء کی ہلاکت اور ضائع ہونے کا خطرہ ہو، ان میں یہ پائی جاتی ہے۔یعنی یہ ممکن ہے کہ دوسرا بائع، جس نے قبضہ سے پہلے مبیع فروخت کر دی ہے، اُس کے قبضہ میں آنے سے قبل ہی وہ مبیع پہلے بائع کے پاس ہلاک ہو جائے تو پہلا عقد ختم ہو جائے گا، اس کے نتیجہ میں دوسرا عقد بھی فسخ ہو گا۔ اس لیے شریعت نے بیع قبل القبض ممنوع قرار دی۔ یہ علت غیر منقولی زمین میں نہیں پائی جاتی کہ اُس کے معدوم ہونے کا خطرہ نہیں، لہذا عدم علت عدم حکم کو مستلزم ہے، اس لیے زمین کی بیع قبل القبض جائز ہے۔

علامہ کاسانی کہتے ہیں:

غیر منقولی اشیاء جیسے اراضی، گھر جو اراضی سمیت بیع کیا گیا ہو، اسے قبضہ سے پہلے بیچنے کے متعلق مختلف آراء ہیں، شیخین کے ہاں ایسی بیع جائز ہے، امام محمد وزفر کے ہاں جائز نہیں ہے۔[25]

بیع قبل القبض کے عدم جواز کی علت

سطور بالا کے مطابق احناف میں سے امام ابو حنیفہ وامام ابو یوسف بیع قبل القبض کے عدم جواز کی علت غرر انفساخ عقد قرار دیتے ہیں۔

مالکیہ کے اس بیع کے عدم جواز کی علت ربوا بھی ہے، مگر یہ علت محض طعام کی صورت میں متحقق ہو گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مالکیہ کے ہاں علت ربوا شے کی طعمی ہونا ہے۔ اگر طعمی شے خریدنے کے بعد قبضہ سے پہلے فروخت کی، اور ثمن بھی طعام ہوا تو اس صورت میں مبیع پر قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مبیع ادھار ہو گی۔ اموال ربویہ میں ایک عوض کا ادھار ہونا ربوا کو مستلزم ہے۔

اسی طرح بیع قبل القبض کے جواز سے بیع عینہ کرنے والوں کو حیلہ میسر آجاتا، شریعت نے اس لیے یہ دروازہ ہی بند کر دیا۔[26]

غیر مضمون شے پر حصول منافع

علامہ وہبۃ الزحیلی کہتے ہیں:

بیع قبل البقض ربوا کے مشابہت کی وجہ سے درست نہیں، اس لیے خریدار مبیع خریدنے کے بعد اُس میں کوئی عمل کیے بغیر محض نفع کے لیے آگے بیچ دیتا ہے، گویا اُس نے یہ نفع ثمن کے عوض حاصل کیا ہے، محض ثمنیات پر نفع کا حصول ربوا سے مشابہ ہوتا ہے۔[27]

یہ بیع قبل القبض کے عدمِ جواز کی ایک اور علت ہے۔ اسلام کی نظر میں آپ منافع کے حصول کے تب مستحق ہیں، جب آپ اس شے کے نقصان کے متحمل بھی ہوں۔ جس نے رسک برداشت کیا، اسے حق ہے کہ اگر منافع مل رہے ہیں، تو وہ بھی اسی کے ہوں گے۔ جو شخص

کسی رسک کو برداشت نہیں کرتا، نقصان سے بری ہو، اسے اُس شے پر نفع لینے کا حق نہیں۔ اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مضمون شے پر نفع کے حصول سے منع کیا۔[28]

واضح رہے کہ اس بیع میں سٹہ بازی کی خرابی بھی ہے۔ سٹہ ایسا معاملہ ہوتا ہے جس میں بیچنے والا اور خریدنے والا کوئی بھی مبیع میں دلچسپی نہیں رکھتے، بلکہ انہیں محض قیمتوں کے فرق کے نتیجہ میں نفع ونقصان سے غرض ہوتی ہے۔

زید کے پاس جو مبیع موجود ہے، اسے خالد خریدنے کے بعد قبضہ سے پہلے فروخت کرے گا، خالد کو مبیع سے غرض نہیں، وہ عبد اللہ کو فروخت کرے گا، اسے بھی مبیع میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، وہ اسی حالت میں امان اللہ کو فروخت کر دے گا۔ غرض مبیع زید کے پاس موجود ہونے کی حالت میں آگے کئی جگہ فروخت ہو جائے گی، اور تمام لوگ محض قیمتوں کے فرق سے نفع یا نقصان برداشت کر رہے ہوں گے۔ یہ سٹہ ہے۔ اس وجہ سے بیع قبل القبض ممنوع ہے، تاکہ سٹہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

تجزیہ

اس بیع کے عدم جواز کی علت محض غرر قرار دیتے ہوئے، زمین کی بیع قبل القبض کا جواز محل نظر ہے، کیونکہ اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بیع ثانی ہی نہیں، بیع اول بھی جائز نہ ہو، کیونکہ ہر مبیع کی ہلاکت کا خطرہ تو ہوتا ہے، اور بائع کے قبضہ میں مبیع ہلاک ہو تو بیع فسخ ہو جاتی ہے۔ اگر فسخ کا غرر ہی موجب لعدم الجواز مانا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کوئی بھی اس خوف سے جائز نہیں ہو گی، کہ کہیں مبیع ہلاک ہو گئی تو بیع فسخ ہو جائے گی۔ یہ امر بداہت کے خلاف ہے۔

اسی طرح اس کو علت قرار دینے کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بیع قبل القبض ہونے کے بعد اگر مبیع بائع اول کے قبضہ میں ہلاک نہیں ہوئی، اور مشتری ثانی کے قبضہ میں مبیع پہنچ گئی تو عدم جواز کی علت کا تحقق نہیں ہوا، جب علت نہ پائی گئی تو بیع جائز ہو جانی چاہیے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔

اس لیے بیع قبل القبض کی علت محض غرر قرار دینا بعید معلوم ہوتا ہے، نیز اس کی علت محض ربوا قرار دیتے ہوئے طعام کے ساتھ مخصوص قرار بھی بعید ہے، کیونکہ ربوا کا تحقق تب ہی ہو گا جب دونوں عوض طعام ہوں۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر طعام غیر مقبوض کی بیع طعام کے عوض نہ ہو، بلکہ کسی اور شے کے عوض ہو تو وہ بیع جائز ہونی چاہیے، حالانکہ امام مالک اس کے قائل نہیں ہیں۔

راجح علت

راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ بیع قبل القبض کے ناجائز ہونے کی اصل علت سٹہ بازی اور ربح غیر مضمون ہے۔ اس لیے کہ اس علت کا ثبوت نصوص سے ہے۔ ایک روایت میں الخراج بالضمان کے الفاظ بھی آئے ہیں، وہ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

لہذا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آراء میں سے زیادہ مضبوط رائے شوافع اور امام محمد کی ہے۔ احادیث میں طعام کی تصریح سے علاوہ کی نفی ثابت نہیں ہوتی، عدم ذکر عدم ثبوت کو مستلزم نہیں ہوتا۔ نیز دیگر روایات میں ممانعت مطلق بھی ہے۔ اس لیے بیع قبل القبض کا عدمِ جواز ہر منقولی و غیر منقولی شے کو عام ہے۔

بیع قبل القبض فاسد یا باطل؟

ایک اہم سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قبضہ سے قبل مبیع فروخت کر دے تو وہ فاسد ہو کر منعقد ہو گی یا سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گی؟ اس پر غور کرنے سے قبل بیع فاسد اور بیع باطل کی تعریف پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

بیع فاسد اور باطل میں فرق

جمہور کے ہاں بیع فاسد و باطل میں فرق نہیں۔ ان کے ہاں جو بیع شرعاً ممنوع ہو، وہ منعقد ہی نہیں ہوتی۔ علامہ زکریا انصاری السنیکی فرماتے ہیں:

کہ ہمارے ہاں عقود میں سے فاسد اور باطل حکم میں برابر ہیں۔[29]

فقہاء احناف کے ہاں دونوں میں فرق ہے۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں ہے:

جو بالکل مشروع ہی نہ ہو، وہ بیع باطل ہے۔

جبکہ جو بیع ذاتی اعتبار سے جائز مگر کسی اور سبب سے ناجائز ہو گئی ہو، وہ بیع فاسد ہوتی ہے۔[30]

بیع باطل چونکہ ذاتی اعتبار سے ہی غیر مشروع ہے، اس لیے اگر کوئی عقد کر لے تو وہ منعقد نہیں ہوتا، جیسے مردار کی بیع منعقد ہی نہیں ہوتی۔

بیع فاسد کا حکم

بیع فاسد سے اگرچہ بچنا فرض ہے، مگر کوئی شخص اگر ممانعت کے باوجود عقد کا ارتکاب کر لے تو وہ منعقد ہو جاتا ہے۔ اور اس بیع کے نتیجہ میں مبیع پر مشتری کے قبضہ سے وہ اس کا مالک بھی بن جاتا ہے۔[31]

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں جمہور کے ہاں بیع قبل القبض سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گی، اور اس کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو گا۔ مشتری قبضہ کے باوجود اس شے کا مالک نہیں بنے گا۔ مگر احناف کے ہاں بیع قبل القبض بیع فاسد ہے۔ اس لیے کہ اصل کے اعتبار سے تو مشروع ہے، کہ اپنی مملوکہ شے فروخت کرتا ہے، مگر یہ خارجی وصف یعنی الربح قبل الضمان، یا سٹہ بازی یا غرر کی وجہ سے ممنوع ہے۔ لہذا اس بیع سے بچنا ضروری ہے، مگر کوئی شخص اس کا انعقاد کر لے تو وہ منعقد ہو جائے گی۔ اور اس کے نتیجہ میں مشتری اُس شے کا مالک بن جائے گا۔ لہذا اُس میں کوئی تصرف کرے گا تو وہ معتبر ہو گا۔[32]

بیع قبل القبض کا عصری اطلاق

موجودہ دور کے معاشرے میں تیزی سے رائج ہوتی صورت حال یہ ہے کہ ملز اور فیکٹریز اپنی پروڈکٹس تیار کرنے کے بعد فروخت کرنے کے لیے مارکیٹ میں از خود کسٹمر تلاش نہیں کرتیں، بلکہ وہ اس کے لیے کسٹمر اور ملز کے درمیان ڈیل کرانے والے یعنی آڑھتی یا بروکرز (دلال) کو مڈل مین بناتے ہیں۔

آج کل مارکیٹ میں رائج صورت حال کے مطابق ملز / فیکٹریز کا مڈل مین سے معاملہ کی درج ذیل صورتیں اختیار کی جارہی ہیں:

ایک صورت یہ رائج ہے کہ مڈل مین کی حیثیت مل / فیکٹری اور کسٹمر کے درمیان محض بروکر ایجنٹ (کمیشن ایجنٹ) کی ہوتی ہے۔ اس معاملہ میں بروکر (دلال) کی ذمہ داری صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ بائع اور مشتری کے درمیان صرف رابطہ کرا دیتا ہے۔ اس رابطہ کے عوض وہ ایک فریق یا دونوں فریقوں سے طے شدہ اجرت لیتا ہے۔ اس صورت میں یہ مڈل مین بائع کے لیے ثمن اور مشتری کے لیے مبیع کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ یہ اجرت بائع یا مشتری یا دونوں سے وصول کر سکتا ہے۔ مڈل مین کے لیے اپنے مذکورہ عمل کی اجرت لینا درست ہے۔

اس صورت میں چونکہ اس کا کردار محض رابطہ کار کا ہوتا ہے، اصل عقدِ بیع فیکٹری اور کسٹمر کے درمیان ہوتا ہے۔ جس میں فیکٹری کی حیثیت بائع اور کسٹمر کی حیثیت مشتری کی ہے۔ اس لیے اِس صورت میں مبیع کا اِس مڈل مین کے قبضہ میں منتقل ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا طریقہ کار یہ ہے کہ مڈل مین فیکٹری ملز وغیرہ سے پروڈکٹ کی خود خریداری کرتا ہے، خریداری کرنے کے بعد وہ پروڈکٹ مارکیٹ میں خواہش مند کسٹمر کو بیچ دیتا ہے۔

اس طرح کے معاملہ کی تین صورتیں موجودہ مارکیٹ میں زیادہ تر رائج ہیں:

پہلی صورت

مڈل مین کسی پروڈکٹ کی تیزی اور رجحان دیکھ کر وہ پروڈکٹ کسی پارٹی کے آرڈر کے بغیر ہی خرید کر اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ پھر کسٹمر کی طرف سے ایجاب ہونے کے بعد اسے فروخت کر دیتا ہے۔ اس صورت میں بالعموم مذکورہ مڈل مین اجناس یا دیگر پروڈکٹ کی خریداری کے بعد انہیں اپنے قبضہ میں لیتا ہے، قبضہ میں لینے کے بعد اس کی فروخت کرتا ہے۔ اس صورت میں چونکہ مبیع کی بیع بعد القبض ہوتی ہے، اس لیے شرعی اعتبار سے کوئی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔

دوسری صورت

اس صورت میں ایک اور طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ مڈل مین رجحان کو دیکھ کر فیکٹری مالکان سے پروڈکٹ خریدنے کا سودا کر لیتا ہے۔ ایجاب وقبول مکمل ہونے کے باوجود مڈل مین اُس پروڈکٹ کو اپنے قبضہ اور ضمان میں نہیں لاتا، بلکہ وہ پروڈکٹ فروخت کنندہ (مل / فیکٹری) کے قبضہ میں رہتی ہے۔ اس کے بعد جب مڈل مین کو کسٹمر مذکورہ پروڈکٹ بیچنے کی آفر کرتا ہے تو یہ اُس سے عقد بیع کرنے کے بعد مل / فیکٹری مالکان کو اپنا مملوکہ سامان اسی کسٹمر کی طرف بھیجنے کا مکلف بناتا ہے۔

اس صورت میں مڈل مین اور کسٹمر کے درمیان بیع کا سودا اُس وقت ہوتا ہے جب مبیع مڈل مین کی ملکیت میں آچکی ہوتی ہے، البتہ مڈل مین نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا ہوتا۔ بیع قبل القبض کی یہ صورت کثرت سے مارکیٹ میں رائج ہے۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ

(الف)۔۔اگر مذکورہ پروڈکٹ کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے، نیز کیلی یا وزنی بھی نہیں ہے بلکہ عددی ہے تو مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں مذکورہ طریقہ سے اِس کی بیع جائز ہے۔

(ب)۔۔اگر کیلی یا وزنی چیز تو ہے کھانے کی نہیں ہے تو حنابلہ کے نزدیک مذکورہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ مالکیہ کے ہاں جائز ہے۔

(ج)۔۔اگر کھانے کی چیز ہے تو مالکیہ کے ہاں بھی ناجائز ہے۔

(د)۔۔احناف اور شوافع کے ہاں مذکورہ بیع بہر صورت فاسد ہے۔

مذکورہ بالا مذاہب کے مطابق جس صورت میں جس مذہب کے مطابق بیع فاسد ہے، اُن کے نزدیک اُس صورت میں اس بیع کو فسخ کر کے دوبارہ صحیح شرعی طریقہ سے بیع کرنا ضروری ہے۔

تصحیح عقد کے لیے بیع فاسد کو فسخ کرنے کے بعد درج ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنا ضروری ہے۔

1۔۔۔مڈل مین اُس پروڈکٹ کو اپنے قبضہ میں لے یا کسی کو اُس پر قبضہ کا وکیل مقرر کرے۔ اس قبضہ کے بعد دوبارہ کسٹمر سے ایجاب وقبول کا معاملہ کرے۔

2۔۔۔مڈل مین اُسی کسٹمر کو اپنی مملوکہ پروڈکٹ پر قبضہ کا وکیل بنائے۔ وکیل بنانے کی وجہ سے اُس کسٹمر کا قبضہ مڈل مین (بائع) کا قبضہ شمار ہوگا۔ اس عقد وکالہ کے بعد وہ نئے سرے سے ایجاب وقبول کر لیں۔

تاہم یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ ان مذکورہ صورتوں میں بعد میں جواز کی صورتیں اختیار کرنے کے باوجود اولاً بیع فاسد ہونے کے گناہ کا وبال فریقین پر ہوگا، لہٰذا اِس صورت میں بیع جواز میں تبدیل ہو جانے کی امید ہونے پر فاسد معاملہ اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

بیع کی اس صورت سے متعلقہ مسئلہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر مڈل مین اور کسٹمر کے درمیان بیع فاسد ہونے کے بعد وہ اِس بیع کو فسخ کر کے عقد صحیح میں تبدیل نہیں کرتے، بلکہ کسٹمر اُس پروڈکٹ کی آگے بیع کرتا ہے یااُس میں تغیر و تبدل کرلیتاہے تو احناف کے نزدیک اب اِس اول بیع کو فسخ کرنا غیر ضروری ہو جائے گا۔

تیسری صورت

ایک رائج صورت یہ ہے کہ اولاً کسٹمر مڈل مین کو آرڈر دیتاہے، ان دونوں کے درمیان مبیع کی جنس، مقدار اور قیمت طے ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مڈل مین مل / فیکٹری مالکان سے ایسی قیمت پر خریداری کرتا ہے کہ اسے اگلے مشتری سے نفع حاصل ہو، مل / فیکٹری مالکان سے مطلوبہ پروڈکٹ خریدنے کے بعد انہی کو مکلف بناتا ہے کہ وہ یہ مبیع اُس کے کسٹمر تک پہنچادیں۔اِس صورت میں پروڈکٹ مطلوبہ پارٹی تک پہنچنے تک اُس کی ضمان مل / فیکٹری مالکان پر رہتی ہے۔ مطلوبہ پارٹی تک مال پہنچانے کے بعد مل مالکان قیمت کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اس صورت میں غور وفکر کے متعدد پہلو ہیں:

1۔۔۔) اس صورت کے مطابق کسٹمر مڈل مین کو پہلے اپنا آرڈر دیتاہے، اس بات چیت میں دونوں پارٹیوں کے درمیان چند امور طے ہو جاتے ہیں: ا۔ مبیع کی جنس۔ ۲۔ مبیع کی نوع۔ ۳۔ مبیع کی مقدار۔ ۴۔ مبیع کی قیمت۔ ۵۔ ادائیگی کی جگہ۔اِس اعتبار سے اس میں بیع سلم کی باقی شرائط تو موجود ہیں، مگر کسٹمر کی طرف سے قیمت کی ادائیگی نہیں کی جاتی، بلکہ وہ مبیع کے پہنچنے کے بعد قیمت کی ادائیگی کرتا ہے۔ اگر فریقین اِس معاملہ کو جائز حدود میں لانا چاہتے ہیں تو وہ یہ طریقہ اختیار کرسکتے ہیں کہ مڈل مین کو کسٹمر کی طرف سے ثمن کی ادائیگی کر دی جائے۔ ثمن کے قبضہ ہونے جانے کی وجہ سے یہ بیع سلم ہو جائے گی۔ اور اِس صورت میں کسٹمر اور مڈل مین کے درمیان اس عقد کے وقت اگرچہ مبیع مڈل مین کی ملک میں نہیں ہے تب بھی بیع سلم کی وجہ سے یہ بیع درست ہے۔ مڈل مین اور کسٹمر کے درمیان بیع سلم ہونے کے بعد اب مڈل مین فیکٹری مالکان سے مطلوبہ پروڈکٹ کی خریداری کرے گا۔ اور فیکٹری مالکان کو وہ اگر اِس بات کامکلف بنادیتاہے کہ مذکورہ مبیع میرے کسٹمر (رب السلم) تک پہنچا دیاجائے اور کسٹمر اُس پروڈکٹ پر اولاً مڈل مین کے وکیل ہونے کی حیثیت سے قبضہ کرے، پھر رب السلم ہونے کی حیثیت سے قبضہ کرے۔

ہماری رائے میں اِس معاملہ کے جواز کی سب سے بے غبار صورت یہی ہے، البتہ اس میں ضروری ہے کہ کسٹمر کی طرف سے مڈل مین کو بوقت عقد قیمت ادا کر دی جائے تاکہ بیع سلم کی صحت کی شرائط مکمل ہو سکیں۔ اور اگر ان فریقین کے درمیان بیع سلم کا یہ معاملہ ہو جانے کے بعد کسٹمر کی طرف ثمن کی ادائیگی نہیں کی جارہی تو یہ بیع الدین بالدین کے قبیل سے ہے۔ اس بیع سے حضور ﷺ نے منع فرمایاہے۔[33]

2۔۔۔) مڈل مین اور کسٹمر کے درمیان اس معاملہ کو ثمن کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے مطلق بیع قرار دیاجائے، تو یہ بیع کسی صورت جائز نہیں ہے، اس بیع میں صرف بیع قبل القبض ہی کی خرابی نہیں بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر بطلان پایا جائے رہاہے اس لیے کہ یہ بیع کرتے وقت مڈل مین مبیع کامالک ہی نہیں ہوتا، جبکہ غیر مملوک شے کی بیع شرعاًباطل ہے۔[34]

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بعد میں مبیع کسٹمر تک پہنچنے کے باوجود اُس کی ملکیت ثابت نہیں ہو گی، اور اس کا مبیع کو استعمال کرنا، آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہو گا۔[35] اس لیے یہ صورت بہر حال واجب الترک ہے۔ عرف ورواج ہونے کے باوجود اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

3۔۔۔) تیسری صورت یہ ہے کہ کسٹمر اور مڈل مین کی اِس گفتگو کو معاملہ بیع کی بجائے صرف بیع کا وعدہ قرار دیاجائے کہ فریقین اس بات کے باہمی معاہدہ کے طور پر پابند ہو جاتے ہیں کہ مڈل مین متعینہ چیز متعین قیمت کے بدلے میں فروخت کرے گا۔ اس وعدہ کے بعد جب مڈل مین فیکٹری سے مبیع خرید کر اُسی مل کے واسطہ سے کسٹمر تک پہنچائے تو کسٹمر اولاً وکیل ہونے کی حیثیت سے قبضہ کرے، اس کے بعد اُن کے درمیان

اُس وعدے کی تکمیل کے طور پر بیع کا عقد منعقد ہو جائے۔ یہ بھی اِس مسئلہ کی بے غبار صورت ہے، البتہ اس صورت میں فریقین کے لیے اِس بات کو یقینی بنانا لازم ہو گا کہ وہ پروڈکٹ پہنچنے کے بعد ایجاب و قبول کریں۔

لیکن اگر وہ پروڈکٹ پہنچنے کے بعد زبانی طور پر دوبارہ ایجاب و قبول نہیں کرتے، بلکہ کسٹمر پروڈکٹ پر قبضہ کرلیتا ہے، جبکہ اُس کی قیمت مڈل مین کو ادا کر دیتا ہے، ان کے درمیان مزید گفتگو نہیں ہوتی تو بھی ان کے اسی عمل کو ہی بیع قرار دیا جائے گا، شروع میں ہونے والی گفتگو کو صرف وعدہ بیع قرار دیا جائے گا۔

البتہ اب مبیع پر قبضہ اور ثمن کی ادائیگی بیع تعاطی میں شامل ہو گی، جو کہ تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

بیع تعاطی کا مفہوم یہ ہے کہ فریقین کے درمیان ایجاب و قبول کی زبانی گفتگو کی بجائے محض عمل سے سودا ہو جائے۔ یعنی مشتری بائع کی چیز خاموشی سے لے لے اور مشتری بغیر گفتگو کیے اُس کی قیمت بائع کے حوالہ کر دے۔[36]

4۔۔۔) اگر فیکٹری اور مڈل مین کے درمیان معاملہ اِس طرح طے پاتا ہے کہ فیکٹری والا مال روانہ کرے گا اور اِس دوران راستہ کی ضمان اور رسک مڈل مین پر ہوں گے تو زیادہ راجح یہ ہے کہ چونکہ ضمان کی منتقلی سے قبضہ حکمیہ ہو جاتا ہے، اس لیے اب یعنی ضمان کی منتقلی کے بعد مڈل مین کے لیے اُس چیز کو آگے فروخت کرنے کی اجازت ہو گی۔ البتہ چونکہ فیکٹری سے مال روانہ ہونے سے قبل چونکہ مڈل مین کی ضمان شروع نہیں ہوتی، اس لیے روانگی سے پہلے اُس کا کسی اور کو وہ مال بیچنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ کلام

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اگرچہ شوافع اور امام محمد کی رائے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے، جس میں کسی بھی منقولی و غیر منقولی شے کی بیع قبل القبض کا عدمِ جواز متعین ہے۔ مگر موجودہ عملی مشکلات کو دیکھتے ہوئے اِس پر عملدرآمد کی صورت میں مسلمان تاجر کے غیر مسلمین کے ساتھ معاملات درست قرار نہیں پاتے، نیز مسلمان تاجر کی پروڈکٹس پر کافی اخراجات و وقت صرف ہونے کی وجہ سے کافی مہنگی ہوں گی، جو مقابلہ کے اس دور میں عالمی منڈی میں پیچھے رہ جائے گا۔ اس لیے امام مالک رحمہ اللہ کی رائے میں وسعت و یسر کا پہلو موجود ہے۔ چنانچہ موجودہ صورتِ حال اہل اجتہاد کے لیے امام مالک رحمہ اللہ کی رائے پر عالمی فتویٰ دینے کے لیے غور و فکر کی مقتضی ہے کہ بیع قبل القبض کا عدمِ جواز طعام کے ساتھ مخصوص قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تاہم اِس بارے میں راقم الحروف کی رائے شوافع کی رائے کے مطابق ہے کہ بیع قبل القبض کا عدمِ جواز تمام منقولی و غیر منقولی اشیاء کو عام ہے۔ البتہ موجودہ انتظامی مشکلات کا حل قبضہ کی صورتوں کا دائرہ وسیع کرنے میں ہے۔ اس لیے کہ شرعا قبضہ کی کوئی خاص کیفیت متعین نہیں ہے، اس لیے حقیقی و حکمی قبضہ کی قدیم صورتوں میں رسک کے انتقال کو بھی قبضہ قرار دیا جائے تو یہ مسئلہ بڑی حد تک حل ہو سکتا ہے، رسک کے انتقال کے بغیر طعام کے علاوہ دیگر اشیاء کی بیع کا جواز سٹہ بازی پر منتج ہو سکتا ہے۔

حوالہ جات

[1]الزَّبيدي، محمّدبن محمّدبن عبدالرزّاق الحسيني،م 1205ھ، تاج العروس، دارالهداية،س ن ،ج19 ص5

[2]الزَّبيدي،تاج العروس من جواہر القاموسج19ص 12

[3]الشامی،منحة الخالق على ہامش البحر،ج 7 ص 285

[4]العینی،بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين،م 855، البناية شرح الهداية،ط الأولى، 1420 ھ، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان،ج8ص 47

[5]الکاسانی،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج5ص 245

[6]الشامی،ابن عابدين، محمد أمين بن عمر ،م 1252، رد المحتار على الدر المختار،ط الثانية، 1412 – 1992، دار الفكر-بيروت،ج4ص 562

[7]الکاسانی،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،ج5ص244

[8] الکاسانی،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج5ص 173

[9] لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية،مجلة الاحکام العدليه،نور محمد، كارخانه تجارتِ كتب، آرام باغ، كراتشي، ج1 ،ص56

[10]الھندیه ،ج 3، ص، 20، ط

[11] الشافعي، محمد بن إدريس ،الأم ، دار المعرفة – بيروت،1410ھج3ص 71

[12] ابن رشد، محمد بن أحمد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصد ج3ص 164

[13] ابن رشد، محمد بن أحمد القرطبي، بداية المجتهد ونهاية المقتصدج3ص 164

[14]الدسوقي ،حاشية الدسوقي على الشرح الكبير ج3ص 146

[15]منظمة المؤتمر الاسلامي،مجلة مجمع الفقه الإسلامي،ترقيم الشاملة،ج6ص 359

[16]ابن قدامة،المغني ،ج4ص 83

[17] وزارةالأوقاف والشئون الإسلامية - الكويت ،الموسوعة الفقهية الكويتية ،ج9ص 130

[18] البخاری،صحيح البخاري ،ج3ص 67،رقم الحديث 2126

[19]ابن قدامة، المغني،ج4ص 83

[20] البخاری،صحيح البخاري ،ج3ص 68، رقم الحديث 2135

[21]الصنعانی،مصنف عبد الرزاق الصنعاني،ج8ص 39،رقم الحديث: 14214

[22]الشافعی،الأم ،ج3ص 70

[23]ابن ماجة، القزويني، محمد بن يزيد، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية ،ج2ص 750،رقم الحديث، 2228

[24]ابن قدامة، المغني ،ج4ص 82

[25]الکاسانی،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج 5 ص 180

[26]أبو عبد الله المالكي ، محمد بن أحمد ، م:1299ھ،منح الجليل شرح مختصر خليل ،دارالفكر-بيروت،ج5ص 247

[27]الزحیلی،الفقه الإسلامي وأدلته ،ج5ص 3466

[28]الطحاوی،شرح معاني الآثار،ج4ص 40

[29]زين الدين ،أبو يحيى، زكريا بن محمد،م926ھ،أسنى المطالب في شرح روض الطالب، دار الكتاب الإسلامي،،ج4ص 479

[30]لجنة مکونة،مجلة الأحكام العدلية ص 30،المادة 109

[31]الکاسانی،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج5ص 299

[32]الشامی،رد المحتارعلى الدر المختار،ج5ص 148

[33]الصنعانی،المصنف ،ج8ص 90،رقم الحديث 14440

[34]الکاسانی،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،ج7ص 188

[35]الشامی،رد المحتار على الدر المختار ،ج4ص 508

[36]الشامی،رد المحتار على الدر المختار ،ج4ص 513